ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

هبة الحبير فی عمق ماء کثیر

۱۳۳۴ھ

ابرِ باراں کا عطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

فتوٰی مسمّٰی بہ

ھبۃ الحبیر فی عمق ماءٍ کثیر ۱۳۳۴ھ

(ابرباراں کا عطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۵۴ ۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آبِ کثیر کے لیے جو مثل جاری نجاست قبول نہ کرے کتنا عمق درکار ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھلے اس سے چلّو مراد ہے یا لپ ، بیّنوا توجروا۔

www.alahazratnetwork.org

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اُس کے عمق میں گیارہ قول ہیں :

(۱) کچھ درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ اُتنی مساحت میں زمین کہیں کھلی نہ ہو۔

(۲) بڑا درہم کہ ۴۰ ماشے ہوتا ہے اُس کے عرض سے کچھ زیادہ گہرا ہو۔

(۳) اُس میں سے پانی ہاتھ سے اُٹھائیں تو زمین کھل نہ جائے۔

(۴) پانی لینے میں ہاتھ زمین کو نہ لگے۔

اقول یہ اپنے سابق سے زائد ہے کما لایخفی۔

(۵) ٹخنوں تک ہو۔

(۶) چار اُنگل کشادہ

اقول یہ تقریباً نو انگل یعنی تین گرہ ہوا۔

(۷) ایک بالشت

(۸) ایک ہاتھ

(۹) دو ہاتھ

(۱۰) سفید سکہ اس میں ڈال کر مرد کھڑے سے دیکھے تو روپیہ نظر نہ آئے۔

اقول یعنی پانی کی کثرت سے نہ کہ اس کی کدرت سے۔

(۱۱) اپنی طرف سے کوئی تعیان نہیں ناظر کی رائے پر موقوف ہے۔

اقول یعنی جو جتنے گہراؤ پر سمجھے کہ آبِ کثیر ہوگیا! اس کے حق میں وہ کثیر ہے دوسرا نہ سمجھے تو اس کے لیے قلیل ہے۔

اقول وھو غیر الاول فھو سلب لتقدیر وھذا تفویضہ الی رأی المبتلی بہ و بالجملۃ فالاول حکم العدم وھذا عدم الحکم فان قلت انما التفویض فی ظاھر الروایۃ فی الطول والعرض اذ بھما الخلوص وعدمہ وفیم یفوض الیہ النظر فی العمق۔

میں کہتا ہوں وہ اول کا غیر ہے تو وہ سلبِ تقدیر ہے، اور یہ اُسی شخص کی رائے کی طرف سپرد کرنا ہے جو اس میں مبتلا ہو، اور خلاصہ یہ ہے کہ پہلا حکمِ عدم ہے اور یہ عدمِ حکم ہے۔ تو اگر تم کہو کہ تفویض ظاہر روایت میں صرف طول وعرض میں ہے کیونکہ انہی دونوں سے خلوص اور عدمِ خلوص کا علم ہوتا ہے تو عمق میں اس کی رائے کی طرف کیونکر سپرد کیا جائے گا۔ (ت)

اقول اختلفوا فی معیار عدم الخلوص ھل ھو التحریک وھی الروایۃ المتفقۃ عن اصحابنا ام الصبغ وھو قول الامام ابی حفص الکبیر البخاری ام التکدیر وھو قول الامام ابی نصر محمد بن محمد بن سلام ام المساحۃ وھو قول الامام ابی سلیمٰن الجوزجانی الکل فی البدائع ولا شک ان التکدیر یختلف باختلاف العمق فلعل ھذا القائل قائل بھذا القول۔

میں کہتا ہوں عدمِ خلوص کے معیار میں اختلاف ہے کہ آیا وہ تحریک ہے اور یہی متفقہ روایت ہمارے اصحاب کی ہے، یا صرف رنگنا ہے اور یہی قول امام ابو حفص الکبیر بخاری کا ہے، یا گدلا کرنا ہے، اور یہ امام ابو نصر محمد بن محمد بن سلام کا ہے، یا مساحت ہے اور یہ امام ابو سلیمان الجوزجانی کا قول ہے۔ یہ تمام تفصیل بدائع میں ہے، اور اس میں شک نہیں کہ گدلا کرنا گہرائی کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، اور غالباً یہ قائل اسی قول کا قائل ہے۔ (ت)

فغوضه الی رأی الناظر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مائل ہے اور اسی لیے انھوں نے اس معاملہ کو دیکھنے والوں کی رائے کی طرف سپرد کیا ہے۔ (ت)

ان میں قولِ سوم عامۂ کتب میں ہے اور اوّل و دوم و ہفتم و ہشتم بدائع و تبیین و فتح میں نقل فرماتے اور چہارم خانیہ و غنیہ پنجم جامع الرموز ششم غنیہ نیز مثل نہم و یازدہم قہستانی و نہم شرح نقایہ برجندی میں۔
ان میں صرف دو قول مصحح ہیں اوّل و سوم و بس۔

اما ما رأیت فی جواھر الاخلاطی من قوله جمع الماء فی خندق له طول مثلا مائة ذراع وعرضه ذراع او ذراعان فی جنس ھذہ المسألة اقوال فی قول یجوز التوضی منه بغیر فصل وھو المأخوذ وفی قول لو وقعت فیه نجاسة تنجس من طوله عشرة اذرع وفی قول ان کان الماء مقدار ما لو جعل فی حوض عرضه عشرة فی عشرة ملأ الحوض وصار عمقه قدر شبر یجوز التوضی به والا فلا وھو الصحیح تیسیرا للامر علی الناس وقیل لا یجوز التوضی فیه وان کان من بخاری الی سمرقند اھ[1]

جواہر الاخلاطی میں ہے کہ کسی شخص نے کسی خندق میں پانی جمع کیا جس کا طول سو ہاتھ اور چوڑائی ایک ہاتھ یا دو ہاتھ ہو، تو اس مسئلہ میں چند اقوال ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے وضو مطلقاً جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ لمبائی میں دس ہاتھ ناپاک ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں اتنا پانی ہے کہ اگر اس کو ایک ایسے حوض میں کرلیا جائے جس کی چوڑائی دہ در دہ ہو تو حوض بھر جائے، اور اس کی گہرائی ایک بالشت ہو، تب تو اس سے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی صحیح ہے کہ اس میں لوگوں پر آسانی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں اگرچہ وہ بخارا سے سمرقند تک ہو اھ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فاقول قوله ھو الصحیح ناظر الی اعتبار المساحة وحدھا من دون اشتراط الامتدادین وبه یوافق تصحیحه الاول بقوله ھو المأخوذ لا الی اشتراط عمق شبر والدلیل علیه قول البرجندی قال

میں کہتا ہوں ان کا قول ھو الصحیح صرف پیمائش کو دیکھتے ہوئے ہے، دونوں امتدادوں کی اس میں شرط نہیں، اور اسی کی وجہ سے یہ ان کی پہلی تصحیح کے مطابق ہو جائیگا، وہ فرماتے ہیں یہی ماخوذ ہے، اس میں ایک بالشت کی گہرائی کی

[1] جواہر الاخلاطی

الامام ابوبکر الطرخانی اذا لم یکن له عرض صالح وکان طوله من بخاری الی سمرقند لا یجوز التوضی منه وقال محمد بن ابرهیم المیدانی انکان بحال لو جمع ماؤہ یصیر عشرا فی عشر وصار عمقه بقدر شبر جاز التوضی به الکل فی الفتاوی الظهیریة وذکر فی الخلاصة ان الفقیه ابا اللیث اخذ به وعلیه اعتماد الصدر الشهید وفی الملتقط انکان عرض الغدیر ذراعین وبلغ طوله فی عرضه عشرا فی عشر فبال فیه انسان فالماء طاهر[1] اھ فانما الضمیر فی قوله اخذ به وقوله علیه اعتماد الی اعتبار المساحة ولو بالجمع والا لم تکن الحوالة رائجة لان عبارة الخلاصة فی جنس فی النهر هکذا ان کان الماء له طول وعمق ولیس له عرض کانهار بلخ انکان بحال لو جمع یصیر عشرا فی عشر یجوز التوضی به وهذا قول ابی سلیمان الجوزجانی وبه اخذ الفقیه ابو اللیث وعلیه اعتماد الصدر الشهید وقال الامام ابوبکر الطرخانی لا یجوز وان کان من هنا الی سمرقند[2] اھ فلیس فیه ذکر العمق

شرط نہیں اور اس کی دلیل برجندی کا قول ہے "امام ابوبکر طرخانی نے فرمایا جب اس کی چوڑائی مناسب نہ ہو اور اس کی لمبائی خواہ بخارٰی سے سمرقند تک ہو تو اُس سے وضو جائز نہیں"، اور محمد بن ابراہیم میدانی نے فرمایا اگر حوض اتنا بڑا ہو کہ اگر اس کا پانی اکٹھا کیا جائے تو وہ دہ در دہ ہو جائے اور اس کی گہرائی بقدر ایک بالشت ہو تو اس سے وضو جائز ہے، یہ سب فتاوٰی ظہیریہ سے ماخوذ ہے، اور خلاصہ میں ذکر کیا کہ فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور ملتقط میں ہے کہ اگر تالاب کی چوڑائی دو ہاتھ ہو اور اس کی لمبائی چوڑائی میں دہ در دہ ہو اور اس میں کوئی انسان پیشاب کر دے تو پانی پاک ہے اھ اور ضمیر ان کے قول اخذ بہ اور علیہ میں اعتبار مساحت کی طرف راجع ہے اگرچہ جمع کے اعتبار سے ہو ورنہ تو حوالہ رائج نہ ہوتا کیونکہ خلاصہ کی عبارت جنس فی النہر میں اس طرح ہے کہ اگر پانی کے لیے لمبائی گہرائی ہو اور چوڑائی نہ ہو جیسے بلخ کی نہریں ان میں کا پانی اگر جمع کر لیا جائے تو وُہ دَہ در دہ ہو جائے تو اُس سے وضو جائز ہے اور یہ ابو سلیمان الجوزجانی کا قول ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور امام ابوبکر الطرخانی نے فرمایا جائز نہیں اگرچہ یہاں سے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] نقایۃ برجندی کتاب الطہارت نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

[2] خلاصۃ الفتاوٰی جنس فی الانہار ″ ۱/۹

اصلا فضلا عن تقدیرہ بشبر کیف والامام الجوزجانی اخذ فی العمق بالقول الاول وھو نفی التقدیر اما قال فی البدائع اما العمق فھل یشترط مع الطول والعرض عن ابی سلیمان الجوزجانی انہ قال ان اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنہم اعتبروا البسط دون العمق[1] اھ فالمیدانی اخذ بقولہ فی اعتبار المساحۃ دون الامتداد وزاد من عند نفسہ قدر العمق فنقلاہ فی الجواہر وشرح النقایۃ وذکرا تصحیحہ باعتبار اصلہ مع قطع النظر عن الزیادۃ لان المحل محل الخلافیۃ الاصل لا الخلافیۃ العمق واللہ تعالٰی اعلم۔

سمرقند تک ہوا اس میں گہرائی کا سرے سے کوئی ذکر نہیں، چہ جائیکہ ایک بالشت کے اندازے کا ذکر ہو، پھر امام جوزجانی نے گہرائی کے بابت پہلا قول ہی اختیار کیا ہے، جس میں اندازہ کو مطلقًا ترک کیا گیا ہے، بدائع میں فرمایا کہ گہرائی کی بابت سوال یہ ہے کہ اس کو طول و عرض کے ساتھ مشروط کیا جائے گا، ابوسلیمان الجوزجانی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہمارے اصحاب نے چوڑائی کا اعتبار کیا ہے گہرائی کا نہیں' اھ تو میدانی نے پیمائش میں ان کے قول کو لیا ہے نہ کہ دو امتدادوں میں اور اپنی طرف سے انھوں نے گہرائی کی مقدار کا اضافہ کیا، تو ان دونوں نے اس کو جواہر اور شرح نقایہ میں ذکر کیا اور ان دونوں نے اس کی تصحیح اصل کے اعتبار سے کی ہے اور زیادتی سے قطع نظر کیا ہے، کیونکہ یہ محل ہے جس کے اصل میں اختلاف ہے نہ کہ جس کے عمق میں اختلاف ہے، واللہ اعلم۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

قول اول کی تصحیح امام زیلعی نے فرمائی،

قال فی التبیین والصحیح اذا اخذ الماء وجہ الارض یکفی ولا تقدیر فیہ فی ظاہر الروایۃ[2]۔

تبیین میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ جب زمین کی سطح پر پانی پھیل جائے تو وہ کافی ہے ظاہر الروایۃ میں کسی مقدار کا ذکر نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ھو الاوجہ لما عرف من اصل ابی حنیفۃ[3]۔

یہی اوجہ ہے جیسا کہ ابوحنیفہ کی اصل سے معلوم ہوا۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس تصحیح کی تضعیف کی فقال قیل والصحیح اذا اخذ

---

[1] بدائع الصنائع — المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسًا — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۷۳

[2] تبیین الحقائق — بحث عشر فی عشر — بولاق مصر — ۱/۲۲

[3] بحرالرائق — 〃 — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۷۷

الماء الخ[1] وہ فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ جب پانی لے الخ۔ (ت)

اقول یہاں دو نظریں ہیں ایک بظاہر قوی اس قول کی تزییف میں دوسری کمال ضعیف اس کی تائید میں اور شاید اسی لیے امام ابن الہمام نے اس تصحیح کو ضعیف کیا مگر نظر دقیق اس کی قوت پر حاکم وباللہ التوفیق

اما التائید فلعل ناعما یزعم ان الکثیر قد الحق بالجاری فی کل حکم کما حققہ فی الفتح والجاری لاتقدیر فیہ للعمق کما دلت علیہ فروع کثیرۃ منہا مسألۃ المطر النازل علی سطح فیہ نجاسات فکذا ھھنا۔

اور جہاں تک تائید کا تعلق ہے شاید کوئی گمان کرنے والا گمان کرے کہ کثیر کو جاری کے حکم میں کیا گیا ہے تمام احکام میں، جیسا کہ اس کی تحقیق فتح میں ہے اور جاری کی گہرائی میں کوئی مقدار نہیں ہے، اور اس پر فروعِ کثیرہ دلالت کرتی ہیں ایک فرع ان میں سے یہ ہے کہ بارش چھت پر ہو اور وہاں مختلف نجاستیں ہوں تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

اقول ھب ان الکثیر ملحق بالجاری فی جمیع الاحکام لکن الکلام انہ متی یکون کثیرا فلا یمکن الالحاق قبل اثبات ان الکثرۃ لاتحتاج الی العمق الاتری ان الجاری لاتقدیر فیہ بشیئ من الطول ولا العرض کما دلت علیہ فروع جمۃ ذکرناھا فی رحب الساحۃ منہا الماء النازل من الابریق علی ید المستنجی قبل وصولہ الیہا ولا یلزم منہ عدم التقدیر بہما ھھنا ایضا فکذا العمق واللہ تعالی اعلم **واما** التزییف ففی الراکد الکثیر قولان معتمدان الاول ظاہر الروایۃ وھو اعتبار عدم الخلوص ظنا وتفویضہ الی رأی المبتلی بہ من دون تقدیر بشیئ ومعرف ذلک التحریک عند ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی

میں کہتا ہوں مان لیا کہ کثیر تمام احکام میں جاری کے ساتھ ملحق ہے لیکن اصل گفتگو تو اس میں ہے کہ وہ کب کثیر ہوگا تو اس کو اس کے ساتھ ملحق کرنا اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ کثرت گہرائی کی محتاج نہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جاری میں طول وعرض کا کوئی اندازہ نہیں، اس پر بہت سی فروع دلالت کرتی ہیں جن کا ذکر ہم نے رحب الساحۃ میں کیا، ایک فرع یہ ہے کہ لوٹے سے پانی استنجا کرنے والے کے ہاتھ پر گرے اس تک پہنچنے سے قبل اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کا اندازہ نہ ہو یہاں بھی، تو عمق کا بھی یہی حال ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ اور تزییف کا بیان یہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں دو معتمد قول ہیں، پہلا ظاہر الروایۃ ہے اور وہ بطور گمان عدم خلوص کا اعتبار ہے اور اس میں کوئی مقدار نہیں بلکہ جو اس

[1] فتح القدیر بحث عشر فی عشر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

www.alahazratnetwork.org

عنهم وهو بالتوضی علی الاصح والثانی معتمد عامة المتأخرین وعلیه الفتوی وهو التقدیر بعشر فی عشر اعنی مساحة مائة علی الصحیح فعدم التقدیر الموافق لاصل الامام رضی الله تعالٰی عنه انما هو علی الروایة الاولی اما الاٰن فالکلام علی تقدیر التقدیر فکیف یلاحظ فیه اصل عدم التقدیر کما فعل البحر ام کیف یراعی فیه ظاهر الروایة کما فعل الامام الفخر ونفس العشر فی عشر لیست فی ظاهر الروایة۔

میں مبتلی ہے اس کی رائے پر چھوڑا گیا ہے اور اس کی پہچان ہمارے ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرکت دینا ہے اور یہ حرکت اصح قول کے مطابق وضوء سے ہو گی اور دوسرا قول عام متأخرین کا مختار ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور اس سے مراد دہ در دہ کی مقدار ہے، یعنی سو ہاتھ کی پیمائش صحیح قول پر ہے، اور اندازہ نہ ہونا جو امام کی اصل کے مطابق ہے وہ پہلی روایت کے مطابق ہے، اور اب گفتگو مقدار کی تقدیر پر ہے تو اس میں عدم تقدیر کی اصل کا لحاظ کیسے ہوگا جیسا کہ بحر نے کیا ہے یا اس میں ظاہر روایۃ کی رعایت کیسے ہو گی؟ جیسا کہ امام فخر نے کیا ہے جبکہ دہ در دہ ظاہر روایۃ میں کوئی قول نہیں۔ (ت)

اقول[ف] والتحقیق عندی ان التقدیر بعشر فی عشر لیس حکما مخالفا [illegible] فیحتاج الی ابداء اصل له کما تجشمه الامام صدر الشریعة[ف۲] و یطعن[ف۳] فیه بانه لایرجع الی اصل فی الشرع کما قاله فی البحر وتبعه فی الدر ویرد بمخالفته لقول الامام المصحح من کثیرین اعلام کما یتوهم بل هو تقدیر منهم رحمنا الله تعالٰی بهم لما فی ظاهر الروایة من عدم الخلوص وجدوا هذا القدر لایخلص فحکموا به قال فی البدائع ثم ذکر ابوداؤد ولایکاد یصح لواحد من الفریقین حدیث عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی تقدیر الماء ولهذا رجع اصحابنا فی التقدیر الی الدلائل

میں کہتا ہوں میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ دہ در دہ کا اندازہ مستقل حکم نہیں ہے کہ اس کیلئے کوئی اصل تلاش کرنا ہو، جیسا کہ صدر الشریعۃ نے اس کی کوشش کی ہے، اور اس پر یہ اعتراض کہ یہ چیز شریعت کی کسی اصل پر متفرع نہیں، جیسا کہ بحر میں فرمایا اور دُر نے اس کی متابعت کی، اور اسکو اس بنا پر رد کر دیا جائے کہ قول اکثر علماء کے مطابق امام کے صحیح قول کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے جیسا کہ وہم ہوتا ہے بلکہ یہ اُن کی طرف سے اندازہ ہے، کیونکہ ظاہر روایت میں عدم خلوص ہے اور اس مقدار میں انہوں نے خلوص نہ پایا تو اُنھوں نے اس پر یہ حکم لگایا۔ بدائع میں فرمایا ابوداؤد نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث جو پانی کے اندازے سے متعلق ہے فریقین میں سے کسی کیلئے کوئی حدیث

www.alahazratnetwork.org

الحسية دون السمعية ثم اختلفوا فی تفسیر الخلوص فاتفقت الروایات عن اصحابنا انه یعتبر بالتحریک وابو حفص الکبیر اعتبر الخلوص بالصبغ وابو نصر بالتکدیر والجوزجانی بالمساحة فقال ان کان عشرا فی عشر فهو مما لا یخلص وان کان دونه فهو مما یخلص[1] اھ فقد جعل هذا تفسیرا لما فی المذهب وقال فی الغنیة تحت قوله الحوض اذا کان عشرا فی عشر المقصود من هذا التقدیر حصول غلبة الظن بعدم خلوص النجاسة[2] اھ فاذا کان هذا تفسیر ما فی ظاهر الروایة وجبت رعایتها فیه وبقی عمقه علی اصل الامام لان هذا انما هو تقدیر ما لا یخلص وما لا یخلص لم یعتبر فیه عمق فی ظاهر الروایة فلا داعی الی اعتباره هنا اللّٰهم الا ان یثبت ان للعمق مدخلا فی خلوص الحرکة وعدمه ایضا فح یقال ان ظاهر الروایة حیث احالت الامر علیه ارسلت الامتدادات ارسالا وکان ذلک الواجب حینئذ اما انتم فقدرتم الامتدادین ولیس ان کل عمق

صحیح نہیں، اور اسی لیے ہمارے اصحاب نے اندازہ میں دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا نہ کہ سمعیہ کی طرف۔ اب خلوص کی تفسیر میں اختلاف ہے تو ہمارے اصحاب کی متفقہ روایت میں ہلانے کا اعتبار ہے، اور ابو حفص کبیر نے خلوص رنگنے کو کہا اور ابو نصر نے گدلا ہونے کو کہا اور جوزجانی نے پیمائش کو کہا، فرمایا کہ اگر وہ دہ در دہ ہو تو اس میں خلوص نہیں اور اگر اس سے کم ہے تو اس میں خلوص ہے اھ انہوں نے یہ مذہب کی تفسیر بنائی ہے۔ غنیہ میں مصنف کے قول الحوض اذا کان عشرا فی عشر کے تحت ہے کہ اس تقدیر سے مقصود نجاست کے عدم خلوص کی بابت ظن غالب کا حصول ہے اھ اور جب یہ ظاہر روایت کی تفسیر ہے تو اس کی رعایت اس میں لازم ہے، اور امام کی اصل کے مطابق عمق باقی رہا کیونکہ یہ اسکی تقدیر ہے جس میں خلوص نہ ہو اور جس میں خلوص نہ ہو ظاہر الروایۃ کے مطابق اس میں عمق معتبر نہیں، تو یہاں اس کے اعتبار کی کوئی وجہ نہیں، ہاں اگر عمق کا دخل خلوصِ حرکت اور عدمِ خلوص میں ثابت کردیا جائے، تو اس وقت کہا جائیگا کہ ظاہر روایت نے جہاں معاملہ کا دار ومدار اس پر رکھا ہے تو امتدادات کو مطلق رکھا ہے اور اس وقت یہی لازم تھا اور تم نے دونوں امتدادوں کی تقدیر کی ہے اور ان دونوں کے بعد ہر عمق برابر نہیں تو تم پر لازم ہے کہ ایک ایسے عمق کی تقدیر کرو کہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

[2] غنیۃ المستملی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۸

2: بعد هما سواء فيجب عليكم تقدير عمق لايقبل معه الامتداد ان الخلوص فافهم وح لايضاد القول الحادي عشر للقول الاول اذ ترك التقدير في ظاهر الرواية لايكون اذن لنفيه بل لعدم تعينه و اختلافه باختلاف الامتدادات فيصح التفويض الى رأي الناظر لكنه شئ يحتاج الى ثبت ودونه خرط القتاد **بل يدفعه** ان لو كان كذلك لم يصح تعيين عشر في عشر فانه يختلف الامتدادات المانعات للخلوص على هذا باختلاف الاعماق فكيف يجوز التحديد على شئ منها وهو عود على المقصود بالنقض فترجح ان الاوجه هو ظاهر الرواية بل هي الوجه هذا ما عندي والله تعالٰی اعلم۔

کہ اس کے ہوتے ہوئے دونوں امتداد خلوص کو قبول نہ کریں فافہم، اس صورت میں گیارھواں قول پہلے قول کی ضد نہ ہوگا کہ ظاہر روایت میں تقدیر کا ترک کرنا اس کی نفی کے لیے نہ ہوگا بلکہ اس کی عدمِ تعیین کے لیے ہوگا اور اس کا اختلاف امتدادات کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا تو دیکھنے والے کی رائے کی طرف اس کو سپرد کرنا صحیح ہوگا، مگر یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو دلیل کی ضرورت ہے حالانکہ اسکی دلیل مشکل ہے بلکہ اس کا رَد یہ ہے کہ اگر بات یہی ہوتی تو دہ دردہ کی تعیین صحیح نہ ہوتی، کیونکہ جو دو امتداد خلوص کے مانع ہیں اس بنا پر گہرائیوں کے اختلاف سے مختلف ہونگے تو ان میں سے کسی ایک کی تحدید کیونکر درست ہوگی اور یہ تو نقض کے سبب مقصود کی طرف عود کرنا ہے تو راجح یہی قرار پایا کہ ظاہر روایت ہی درست ہے بلکہ صرف ایک یہی وجہ ہے ھذا ما عندی الخ (ت)

اس قول کی تصحیح امام زیلعی کے سوا دوسرے سے نظر میں نہیں،

اما ما في البحر في البدائع اذا اخذ الماء وجه الارض يكفي ولا تقدير فيه في ظاهر الرواية وهو الصحيح[1] اھ

اور جو بحر میں ہے کہ بدائع میں ہے جب پانی زمین کی سطح کو چھپالے یہ اس کے لیے کافی ہے اور ظاہر الروایۃ میں کوئی تقدیر متعین نہیں، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

فاقول هذا كما ترى كلام التبيين وليس في البدائع انما ذكر قيد عن الجوزجاني ما تقدم ثم قال وعن الفقيه ابي جعفر

میں کہتا ہوں یہ تبیین کا کلام ہے اور یہ بدائع میں نہیں اس میں تو جوزجانی سے جو منقول ہے وہ بیان ہوچکا ہے، پھر فرمایا فقیہ ابوجعفر

---

[1] بحرالرائق بحث عشر فے عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

الهندوانی ان کان بحال لو رفع انسان الماء بکفیه انحسر اسفله ثم اتصل لا یتوضؤ به[1] ثم ذکر الزیادة علی عرض الدرھم و الشبر والذراع ولم یصحح شیئا منھا نعم قال قبله فی الماء الجاری اختلف المشایخ فی حد الجریان قال بعضھم ھو ان یجری بالتبن والورق وقال بعضھم ان کان بحیث لو وضع رجل یدہ فی الماء عرضا لم ینقطع جریانه فھو جار والا فلا وروی عن ابی یوسف ان کان بحال لو اغترف انسان الماء بکفیه لم ینحسر وجه الارض بالاغتراف فھو جار والا فلا وقیل ما یعدہ الناس جاریا فھو جار وما لا فلا وھو اصح الاقاویل[2] اھ فقد افاد تصحیح عدم التقدیر بعمق لکنه فی الجاری وھو کذلك فیه بلا شك والکلام ھھنا فی الراکد الکثیر

ہندوانی کہتے ہیں کہ اگر پانی ایسا ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اسکی تہ کھل جائے پھر جُڑ جائے تو اُس سے وضو نہیں ہوسکتا ہے، پھر درہم، بالشت اور ایک ہاتھ سے زائد کی چوڑائی کا ذکر کیا اور ان میں سے کسی کی تصحیح کا ذکر نہیں کیا ہاں اس سے قبل جاری پانی کی بابت کہا کہ مشایخ کا حدِ جریان میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ پانی میں چوڑائی میں ڈالے تو پانی کا جاری رہنا ختم نہ ہو تو وہ جاری ہے ورنہ نہیں (بعض نے فرمایا کہ اگر اس پانی میں کوئی تنکا ڈالا جائے یا پتّہ ڈالا جائے تو بہا لے جائے) اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ ایسا پانی ہو کہ اگر کوئی شخص اس میں سے چُلّو بھر کر پانی لے تو زمین کھلنے نہ پائے، ایسا پانی جاری ہے ورنہ نہیں، ایک قول ہے کہ جس کو لوگ جاری سمجھیں وُہ جاری ہے اور جس کو جاری نہ سمجھیں وُہ جاری نہیں اور سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے اھ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے گہرائی کا تعین نہیں فرمایا، لیکن یہ جاری پانی میں ہے اور اس میں شک نہیں، اور گفتگو یہاں ٹھہرے ہوئے کثیر پانی میں ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اما قول البحر ھو الاوجه فاقول ھو رحمه الله تعالٰی مع علو کعبه الرجیح لیس من ارباب الترجیح کما یعرفه من رزق حظا من النظر الصحیح وخدمة ھذا

لیکن بحر کا قول معقول تر ہے، میں کہتا ہوں وہ بلندی مقام کے باوجود اصحابِ ترجیح سے نہیں ہیں جیسا کہ صاحبِ نظر اور فن کا ماہر جانتا ہے۔ ابن عابدین نے اپنی منظوم کی شرح عقود رسم المفتی میں بحر سے نقل کے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

[2] ایضاً ۱/۷۱

الفن بفکر نجیح ۶ وقال سیدی محمد بن
عابدین رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح منظومتہ
عقود رسم المفتی بعد ما نقل عن البحر فیما
نقلوا عن اصحابنا انہ لا یحل لاحد ان یفتی
بقولنا حتی یعلم من این قلنا ان ھذا الشرط
کان فی زمانھم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ
کما فی القنیۃ وغیرھا فیحل الافتاء بقول
الامام بل یجب وان لم نعلم من این
قال فینتج من ھذا انہ یجب علینا الافتاء
بقول الامام وان افتی المشایخ بخلافہ[1]
اھ ما نصہ یؤخذ من قول صاحب البحر
یجب علینا الافتاء بقول الامام الخ انہ
نفسہ لیس من اھل النظر فی الدلیل
فاذا صحح قولا مخالفا لتصحیح غیرہ لا یعتبر
فضلا عن الاستنباط والتخریج علی القواعد
خلافا لما ذکرہ البیری عند قول صاحب
البحر فی کتابہ الاشباہ النوع الاول معرفۃ
القواعد التی تردّ الیھا وفرعوا الاحکام علیھا
وھی اصول الفقہ فی الحقیقۃ وبھا یرتقی
الفقیہ الی درجۃ الاجتھاد ولو فی الفتوٰی
واکثر فروعہ ظفرت بہ[2] الخ فقال البیری
بعد ان عرف المجتھد فی المذھب بما

بعد جو اصحاب سے نقل کیا وہ یہ کہ کسی شخص کے لئے یہ
حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتوٰی دے تاوقتیکہ
اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہم نے کہاں سے یہ قول لیا،
اس کے بعد فرمایا یہ اُن کے زمانہ میں تھا، مگر ہمارے
زمانہ میں صرف یاد پر اکتفا کرنا کافی ہے، جیسا کہ
قنیہ وغیرہا میں ہے تو امام کے قول پر فتوٰی حلال ہے
بلکہ واجب ہے خواہ یہ معلوم نہ ہو کہ انھوں نے کہاں سے
یہ قول لیا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم پر قولِ امام پر
فتوٰی دینا واجب ہے خواہ یہ قولِ مشایخ کے خلاف
ہو اھ صاحبِ بحر کا قول یہ ہے "ہم پر قولِ امام پر
فتوٰی واجب ہے الخ وہ خود دلیل میں غور وفکر کی
اہلیت نہیں رکھتے، اب اگر وہ کسی قول کی تصحیح
کریں جو غیر کی تصحیح کے خلاف ہو تو اعتبار نہ ہوگا
چہ جائیکہ استنباط وتخریج جو قواعد کے مطابق
ہو، بیری نے اس کے خلاف کیا ہے، یہ صاحبِ بحر
کے اس قول کے پاس ہے جہاں وہ اپنی کتاب 'الاشباہ'
میں فرماتے ہیں' پہلی قسم اُن قواعد کی معرفت میں
جن پر فقہاء نے احکام متفرع کئے ہیں، اور یہی حقیقۃً
میں اصولِ فقہ ہیں' اور ان کے ذریعہ فقیہ درجۂ
اجتہاد تک پہنچتا ہے خواہ یہ اجتہاد فتوٰی میں ہو'
اور اُس کی اکثر فروع پر مجھے کامیابی ہوتی ہے الخ
بیری نے مجتہد فی المذہب کی تعریف کی جو ہم نے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] شرح المنظومۃ المسماۃ بعقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۸
[2] الاشباہ والنظائر بکون ہذا النوع الثانی منہا ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۵

قدمناہ عنہ وفی ھذا اشارۃ الی ان المؤلف قد بلغ ھذہ المرتبۃ فی الفتوٰی وزیادۃ وھوفی الحقیقۃ قد من اللہ تعالٰی علیہ بالاطلاع علی خبایا الزوایا وکان من جملۃ الحفاظ المطلعین انتھی اذلا یخفی ان ظفرہ باکثر فروع ھذا النوع لایلزم منہ ان یکون لہ اھلیۃ النظر فی الادلۃ التی دل کلامہ فی البحر علی انھا لم تحصل لہ وعلی انھا شرط الاجتہاد فی المذھب فتأمل اھ

بیان کی پھر فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ مصنف فتوی میں خود اس مرتبہ پر فائز ہے، بلکہ اس سے زیادہ ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اسرار و رموز پر مطلع فرمایا تھا اور وہ حفاظ میں سے تھے انتہی، یہ مخفی نہ رہے کہ اُن کا اس کی اکثر فروع پر مطلع ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ صاحبِ فکر و نظر بھی ہیں کہ یہ مقام ان کو حاصل نہیں، یہ مجتہد فی المذہب کی شرائط ہیں فتأمل اھ (ت)

اقول ای بالمعنی الذی عرفہ بہ بیری زادہ[1] شاملا للمجتہد فی المسائل و اھل التخریج والمجتہد فی الفتوی حیث قال المجتہد فی المذھب عرف بانہ المتمکن من تخریج الوجوہ علی منصوص امامہ والمتبحر فی مذھب امامہ المتمکن من ترجیح قول لہ علی اٰخر اھ[2] لا المجتہد فی المذھب الذی ھی الطبقۃ الثانیۃ الفائقۃ علی الثلثۃ الباقیۃ لقول البحر ولو فی الفتوی۔

میں کہتا ہوں، یعنی اُس معنی کے اعتبار سے جو بیری زادہ نے کیے ہیں یہ مجتہد فی المسائل کو بھی شامل ہے اور اہلِ تخریج اور مجتہد فی الفتوی کو بھی، انھوں نے فرمایا کہ مجتہد فی المذہب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ وہ ایسا عالم ہوتا ہے جو اپنے امام کے بیان کردہ مسئلہ کی وجوہ کی تخریج پر قادر ہو، اور مذہبِ امام کا متبحر عالم ہو اس کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر ترجیح دے سکتا ہو، نہ کہ مجتہد فی المذہب، جو دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے جو باقی تین پر فائق ہوتا ہے، کیونکہ بحر نے فرمایا "اگرچہ فتوٰی میں"۔ (ت)

واقول لم یدع البحر ان من عرف

میں کہتا ہوں بحر نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ جو

---

[1] بیری زادہ

[2] بیری زادہ

الفروع ارتقى الى مرتبة الاجتهاد واين جمعها من اهلية النظر فى الدليل و الصيدلة من الطب وانما اراد ان تلك القواعد من ادرك حقا لفقهها وان الفروع كيف تستنبط منها وترد اليها كان ذلك سلما له يرتقى بها الى ادنى درجات الاجتهاد ولم يدع هذا لنفسه انما ذكر الظفر باكثر الفروع فاين هذا من ذاك والعجب كيف خفى هذا على العلامة بيرى مع وضوحه ثم هو ايضا لم يشهد بحصول درجة الاجتهاد فى الفتوى له رحمهما الله تعالى انما زعم ان فى كلام البحر اشارة اليه وشهد بكونه من الحفاظ المطلعين وهذا لا شك فيه وقد قال السيد ابو السعود الازهرى فى فتح الله المعين لا يعتمد على فتاوى ابن نجيم ولا على فتاوى[1]

شخص بھی فروع کو جاننے لگا وہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہوجائے گا، فروع کا یاد کرنا اور ہے اور فکر ونظر چیزے دگراست، یہ بالکل ایسا ہے جیسے دوا فروش اور طبیب کا فرق ہوتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص ان قواعد کو پہچاننے لگے اور اُن سے استنباطِ مسائل کا طریقہ معلوم کرلے، تو یہ اجتہاد کے ادنٰی درجہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور انھوں نے خود اپنے لیے اس مقام کا دعوٰی نہیں کیا ہے انھوں نے تو محض یہ کہا ہے کہ وہ اکثر فروع کے جاننے میں کامیاب ہوئے ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے تعجب ہے کہ یہ حقیقت علامہ بیری پر کیسے مخفی رہی حالانکہ بالکل واضح ہے، پھر اُنھوں نے اپنے لیے درجۂ اجتہاد فی الفتوٰی کا دعوٰی بھی نہیں کیا ہے رحمہما اللہ تعالٰی، صرف یہ کہا ہے کہ بحر کے کلام میں اس طرف اشارہ ہے اور انھوں نے اس امر کی شہادت دی ہے[1]

---

[1] اقول كذا قال ولم اطلع عليها لا اعلم حالها لكن قال فى كشف الظنون من الذال تحت ذخيرة الناظر فى الاشباه والنظائر انها للعالم الفاضل على الطورى المصرى الحنفى المتوفى سنة ۱۰۰۴ اربع والف ثم قال قال الامينى فى خلاصة الاثر اخذ عن الشيخ زين الدين بن نجيم وغيره حتى برع وتفنن والف مؤلفات ورسائل فى الفقه كثيرة كان يفتى وفتاواه جيدة

میں کہتا ہوں انھوں نے یہی فرمایا ہے لیکن میں اس پر مطلع نہیں ہُوا، مگر کشف الظنون میں ذال کی تختی میں ذخیرۃ الناظر فی الاشباہ والنظائر کے تحت ہے کہ یہ کتاب عالم فاضل علی الطوری المصری الحنفی المتوفی ۱۰۰۴ھ کی ہے پھر انہوں نے کہا کہ امینی نے خلاصۃ الاثر میں کہا کہ انہوں نے شیخ زین الدین بن نجیم وغیرہ سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ وہ عظیم المرتبت عالم ہوگئے اور علمِ فقہ میں بہت سی کتب ورسائل تصنیف کیے وہ فتوے دیتے تھے اور ان کے فتوے (باقی بر صفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

الطوری[1] اھ واقرہ ش فی غیر موضع من رد المحتار وفی ط عنہ سمعت کثیرا من شیخنا (یرید اباہ السید علیا رحمہما اللہ تعالٰی) فتاوی الطوری کفتاوی الشیخ زین لایوثق بہما الا اذا تأیدت بنقل اخر[2] اھ وکیف یصح لمجتہد فی الفتوی ان یمنع العمل بفتواہ۔

کہ وہ حفاظ میں سے ہیں، اور اس میں شک کی گنجائش نہیں، ابوالسعود الازہری نے فتح اللہ المعین[1] میں فرمایا نہ تو ابن نجیم کے فتاوٰی پر اعتماد کیا جائے اور نہ ہی طوری کے فتاوی پر اھ اور اس کو "ش" نے برقرار رکھا یہ چیز ردالمحتار کے کئی مقامات پر مذکور ہے اور "ط" میں انہی سے منقول ہے کہ ہم نے اپنے شیخ سے بکثرت سنا ہے (اس سے مراد ان کے باپ سید علی ہیں) وہ فرماتے تھے فتاوٰی طوری شیخ زین کے فتاوٰی کی طرح ہیں، ان دونوں کا کوئی اعتبار نہیں، ہاں اگر کسی اور نقل سے ان کی تائید ہوجائے تو اور بات ہے، اور ایک مجتہد فی الفتوٰی کو یہ بات کب زیب دے سکتی ہے کہ وہ اپنے فتوی پر عمل کی مخالفت کرے۔ (ت)

قول سوم کی ترجیح عامہ کتب میں ہے وقایہ[1] ونقایہ[2] واصلاح[3] وغرر[4] وملتقی[5] متون و وجیز کردری[6] وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا امام اجل قاضی خان[7] نے اسی کو مقدم رکھا اور امام اعظم سے امام ابو یوسف کی روایت بتایا ہدایہ[8] و درر[9] و مجمع الانہر[10] و مسکین[11] و مراقی الفلاح[12] و ہندیہ[13] میں اسی کو صحیح اور ذخیرۃ العقبٰی[14] میں اصح اور غیاثیہ[15] وغنیہ[16] وخزانۃ المفتین[17] میں مختار کہا معراج الدرایہ[18] وفتاوٰی ظہیریہ[19] وفتاوٰی خلاصہ[20] وجوہرہ نیرہ[21] وشلبیہ[22] وغیرہا میں علیہ الفتوٰی فرمایا اس قول میں عبارات علماء تین طور پر آئیں،

اول مطلق اغتراف یا غرف کہ ہاتھ سے پانی لینا ہے ایک سے ہو خواہ دونوں سے دونوں کو شامل ہے عام عبارات اسی طرح ہیں جیسے خانیہ وخزانہ کے سوا اکثر کتب مذکورہ اور بحر وشامی وغیرہا۔

دوم لفظ کف یا ید بصیغہ مفرد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں ہی مروی ہوا فتاوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مقبولۃ وبالجملۃ فہو فی فقہ الحنفیۃ الجامع الکبیر لہ الشہرۃ التامۃ فی عصرہ والصیت الذائع انتہی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بہت عمدہ اور مقبول ہوتے تھے، خلاصہ یہ کہ یہ کتاب فقہ حنفی میں جامع ہے اور اسے اپنے زمانہ میں شہرت تامہ حاصل ہے۔ (ت)

---

[1] فتح المعین بحوالہ ردالمحتار رسم المفتی مصطفی البابی مصر ۱/۵۲

[2] طحطاوی

امام قاضی خان میں ہے :

انکان بحال لورفع الماء بکفه لا ینحسر ما تحته من الارض فهو عمیق رواه ابویوسف عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنهما[1]۔

اگر پانی اس حال پر ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے تو زمین نیچے سے نہ کھلے تو وہ گہرائی والا ہے اس کو ابویوسف نے ابوحنیفہ سے روایت کیا۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے :

وعمقه بحال لورفع الماء بکفه لاینحسر ما تحته من الارض وهو المختار[2]

پانی کی گہرائی یہ ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے زمین نیچے سے نہ کھلے یہی مختار ہے۔ (ت)

چلپی علی صدر الشریعۃ میں ہے :

والغرف اخذ الماء بالید للتوضی وهو الاصح[3]

غرف ہاتھ کے ذریعے وضو کے لیے پانی لینے کو کہتے ہیں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

سوم کفین بصیغہ تثنیہ یہ امام ابویوسف سے مروی آیا اور اسی کو امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے اختیار فرمایا زیلعی علی الکنز میں ہے :

www.alahazratnetwork.org

عن ابی یوسف اذا کان لا ینحسر وجه الارض بالاغتراف بکفیه فهو جار[4]اھ وقد منا ه عن ملك العلماء واذا کان هذا فی الجاری حقیقة ففی الملحق[عله]

اور ابویوسف سے مروی ہے کہ جب دو چلّو بھر کر پانی اٹھانے سے زمین کی سطح نہ کھلے تو یہ پانی جاری ہے اھ ہم اس کو ملک العلماء سے پہلے ہی نقل کر آئے ہیں، جب یہ بات حقیقی جاری پانی میں ہے تو

عله اقول وهذا بخلاف ما فعل فی البحر فان تصحیح الاطلاق فی الجاری لا یستلزم تصحیحه فی الملحق به واشتراط العمق فیه یستلزم اشتراطه فی الملحق بالاولٰی ۱۲ منه غفر له۔ (م)

میں کہتا ہوں یہ اسکے خلاف ہے جو بحر میں کیا ہے کیونکہ جاری میں اطلاق کی تصحیح سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو جاری سے ملحق ہو اس میں بھی یہی تصحیح ہوگی اور گہرائی کی شرط اس میں اس امر کو مستلزم ہے کہ یہی شرط ملحق میں بھی ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

[2] خزانۃ المفتین

[3] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الطہارۃ مطبعہ اسلامیہ لاہور ۱/۶۸

[4] تبیین الحقائق 〃 مطبعہ الازہریہ مصر ۱/۳۳

به بالاولی۔

جو جاری پانی سے ملحق ہوگا اس میں بطریق اولٰی ہوگی۔ (ت)

بدائع میں ہے:

عن الفقیه ابی جعفر الهندوانی انه کان بحال لو رفع انسان الماء بکفیه انحسر اسفله ثم اتصل لایتوضؤ به وان کان لاینحسر اسفله لاباس بالوضوء منه۔[1]

فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہے کہ وہ پانی ایسا ہو کہ اگر کوئی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اس کے نیچے زمین کھل جائے اور پھر مل جائے، ایسے پانی سے وضو نہیں ہوگا اور اگر اس کے نیچے سے زمین نہ کھلتی ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

بالغرفة ای برفع الماء بالکفین۔[2]

بالغرفۃ یعنی دو ہتھیلیوں سے پانی اٹھانا۔

عبدالحلیم الدرر میں ہے:

ای باخذ الماء بالکفین۔[3]

یعنی دو ہتھیلیوں میں پانی لینا۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

قوله بالغرف منه ای بالکفین کما فی القهستانی وفی الجوهرة علیه الفتوی۔[4]

بالغرف منہ یعنی دو ہتھیلیوں سے، جیسا کہ قہستانی میں ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

اقول ربما یتوهم منه ان الفتوی علی الکفین ولیس کذلك فانما عبارة الجوهرة اما مقدار العمق فالاصح ان یکون بحال لاتنحسر الارض بالاغتراف وعلیه الفتوی[5] اھ فکان ینبغی ان یقدم

میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ فتوٰی کفین پر ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ جوہرہ کی عبارت یہ ہے "اور گہرائی کی مقدار میں اصح یہ ہے کہ چلّو بھرنے سے زمین نہ کھلتی ہو، اسی پر فتوٰی ہے اھ" تو ان کو جوہرہ کی عبارت پہلے لانی چاہئے تھی

۱؎ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳
۲؎ جامع الرموز بحث عشر فی عشر مکتبہ قزان ایران ۱/۴۸
۳؎ حاشیة علی الدرر للعبد الحلیم مطبعہ عثمانیہ مصر ۱/۱۷
۴؎ طحطاوی علی مراقی الفلاح نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۶
۵؎ الجوہرۃ النیرۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۶

عبارتها ویقول قوله بالغرف علیه الفتوی جوھرۃ ای بالکفین قھستانی۔

اور یوں کہنا چاہئے تھا قولہ بالغرف علیہ الفتوٰی جوھرۃ یعنی بالکفین قہستانی۔ (ت)

علامہ برجندی نے کف واحد کو مرجح اور کفین کو محتمل رکھا:

حیث قال بالکف الواحد علی ماھو المفھوم من اطلاقات الکتب ویحتمل انیکون المراد بالغرف الاخذ بالکفین معاعلی ماھو المتعارف[1] اھ

اس لیے فرمایا کہ بالکف الواحد، یہی کتابوں کے اطلاقات سے مفہوم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بالغرف سے مراد دونوں چلوؤں سے لینا ہو، جیسا کہ متعارف ہے اھ (ت)

اقول وقد یؤخذ ترجیح لہ من فحوی الدرر فان نصہا الصحیح ان یکون بحیث لاتنکشف ارضہ بالغرف للتوضی وقیل للاغتسال[2] اھ وذلک لان المراد ھھنا الغرف بالایدی دون الاوانی ولا یظھر الفرق بین الغرف للوضوء والاغتسال بالایدی الا ان الاول بکف والاٰخر بالکفین کما ھو المعتاد فی الغسل وح یعود الیہ تصحیح ذخیرۃ العقبی المذکور ویزیدہ قوۃ انہ المروی عن الامام ھذا کلہ ظاھر النظر۔

میں کہتا ہوں کبھی اس کی ترجیح درر کے فحوٰی سے بھی معلوم ہوتی ہے اس کی عبارت یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وضوء کے لیے چلّو سے پانی لیتے وقت اس کی زمین نہ کھلتی ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ غسل کے لیے پانی لیتے ہوئے نہ کھلتی ہو اھ کیونکہ یہاں چلّو سے مراد ہاتھ کا چلّو بھرنا ہے نہ کہ برتن کا چلّو، اور وضو کے لیے چلّو سے پانی لینے اور ہاتھ سے غسل کرنے میں صرف یہی فرق ہے کہ وضو ایک ہاتھ سے اور غسل دو ہاتھ سے ہوتا ہے، جیسا کہ عادۃً غسل میں کیا جاتا ہے اور اس وقت اس کے لیے ذخیرۃ العقبٰی کی تصحیح ہوگی، اور اس کو مزید تقویت اس سے ہوتی ہے کہ امام سے مروی ہے یہ جو کچھ ہے ظاہر نظر میں ہے۔ (ت)

واقول وباللہ التوفیق ترجیح علامہ برجندی میں نظر ہے،

اولاً اذا عرف انہ المتعارف فلو لاینصرف المطلق الیہ؟

جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہی متعارف ہے تو مطلق اسی کی طرف کیوں نہیں پھرتا۔ (ت)

ثانیاً وہ عند التحقیق منعکس ہے اطلاقات متون وعامہ کتب سے اغتراف کفین ہی مستفاد،

[1] قہستانی برجندی | کتاب الطہارۃ | نولکشور بالسرور | ۱/۳۳

[2] الدرر | فرض الغسل | دار السعادۃ مصر | ۱/۲۲

وذلک لان الغرف کما قلتم مطلق شامل باطلاقہ الغرفۃ بکف وکفین غیر انہ لیس ھھنا فی کلام موجب بل سالب والمطلق وان کان یوجد بوجود فرد لاینتفی الا بانتفاء الافراد جمیعا فی التحریر ثم فواتح الرحموت من بحث النکرۃ المنفیۃ نفی المطلق یوجب نفی کل فرد اھ[1]

بل اقول اللام فی الغرف والاغتراف لیس للعھد ضرورۃ فان کان للاستغراق فذاک فانہ لکل فرد لا لمجموع الافراد والا فللجنس وھو الوجہ المفھوم ونفی الجنس فی العرف واللغۃ لایکون الا بنفی جمیع الافراد[2] فواتح فافھم ولا شک ان من اغترف بکفیہ فانحسرت الارض یقول انھا ارض تنحسر بالغرف وان کانت لاتنحسر بکف واحدۃ واذا صدق بہ الانحسار لایصدق عدمہ الا اذا لم تنحسر بشیئ من الغرفات وتوجیہ الدرر بما مرفیہ ان المعتاد فی الوضوء ایضا الاغتراف بالکفین فی غسل الوجہ مطلقا وفی غسل الرجلین اذا لم یکن بالغمس لاجرم ان اطلق البرجندی تعارفہ علی

اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا آپ نے کہا غرف مطلق ہے، خواہ ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے، البتہ یہ کلام موجب میں نہیں ہے کلام سالب میں ہے، اور مطلق اگرچہ ایک فرد کے پائے جانے سے پایا جاتا ہے مگر اس کا انتفاء اسی وقت ہوگا جب تمام افراد کا انتفاء ہوگا تحریر میں پھر فواتح الرحموت میں نکرہ منفیہ کی بحث سے ہے کہ مطلق کی نفی ہر فرد کی نفی کو ثابت کرتی ہے۔ (ت)

بلکہ میں کہتا ہوں لام "الغرف" اور "الاغتراف" میں عہد کے لیے نہیں، اور اگر یہ استغراق کے لیے ہو تو درست ہے کہ وہ ہر فرد کے لیے ہے مجموعۂ افراد کے لیے نہیں، ورنہ یہ جنس کے لیے ہوگا، اور یہی وجہ سمجھ میں آتی ہے، اور جنس کی نفی عرف ولغت میں تمام افراد کی نفی سے ہی ہوتی ہے، فواتح فافہم اور اس میں شک نہیں کہ جس نے دونوں ہتھیلیوں سے پانی لیا اور زمین کھل تو یہی کہا جائیگا کہ چلو بھرنے سے زمین کھل ہے، اگرچہ ایک ہتھیلی سے نہ کھلے اور جب اس کی وجہ سے کھلنا صادق آگیا تو نہ کھلنا صادق نہیں آسکے گا، صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ کسی چلو سے زمین نہ کھلے اور درر میں یہ توجیہ ہے کہ وضو میں بھی عام طور پر دونوں ہاتھ سے چلو بھرا جاتا ہے چہرے کے دھونے میں مطلقاً اور دونوں پیروں کے دھونے میں جبکہ ڈبو کر نہ دھویا جائے، برجندی نے تعارف کو مطلق

---

[1] فواتح الرحموت بحث النکرۃ المنفیۃ مطبعۃ امیریہ قم ۱/۲۶۱

[2] ایضاً ۱/۲۶۰

www.alahazratnetwork.org

الی لم ار[1] من فرق ههنا بالوضوء والغسل انما المعروف ذلک فی معرفة الخلوص من جانب الی آخر بالتحریک ولم یتکلم علیه محشوه الشرنبلالی وعبد الحلیم والحسن العجیمی و الخادمی رحمهم اللہ تعالٰی ورده الثانی بقوله ان کلا منهما (ای من الوضوء والغسل محتاج الی اخذه بهما (ای بالیدین) قال فظهر ان لا وجه لتضعیف الثانی اھ

رکھا ہے علاوہ ازیں میں نے نہیں دیکھا کہ یہاں کسی نے وضو اور غسل میں فرق کیا ہو، اس سلسلہ میں معروف یہ ہے کہ خلوص کی معرفت ایک جانب سے دُوسری جانب تک حرکت کے ذریعے ہوگی اس پر اس کے حاشیہ نگاروں، شرنبلالی، عبدالحلیم، حسن العجیمی اور خادمی رحمہم اللہ نے کلام نہیں کیا، اور دوسرے نے اس کی تردید اس طرح کی ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک (یعنی غسل و وضوء میں سے) محتاج ہوتا ہے پانی کے لیے (دونوں ہاتھوں کی طرف) فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی تضعیف کی کوئی وجہ نہیں ہے اھ (ت)

اقول والوجه عندی ان یراد بالغرف للوضوء الغرف بالایدی وللغسل بالقصاع والاباریق واللہ تعالٰی اعلم اما المروی عن الامام فلیس نصا فی الوحدة قال فی غمز العیون اطلق الید واراد الیدین لانه اذا کان الشیاٰن لا یفترقان من خلق او غیره اجزأ من ذکرهما ذکر احدهما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیک و مثل العینین المنخران والرجلان والخفان والنعلان تقول لبست خفی ترید خفیک کذا فی شرح الحماسة اھ[2] وقد بسطت الکلام علی هذا فی رسالتی صفائح اللجین فی

میں کہتا ہوں میرے نزدیک وجہ یہ ہے کہ وضو کے لیے چلو بھر لینے سے مراد ہاتھوں سے چلو بھرنا مراد ہو اور غسل کے لیے پیالوں اور لوٹوں کے ذریعہ پانی کا لینا مراد ہو واللہ تعالٰی اعلم، اور جو چیز امام سے مروی ہے وہ وحدت میں نص نہیں ہے، غمز العیون میں فرمایا ید بول کر یدین کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ جو دو چیزیں پیدائشی طور پر جُڑی ہوئی ہوں یا کسی اور سبب سے تو ان میں سے ایک کا ذکر دوسری کے ذکر کو بھی کافی ہوگا، جیسے عین، کہا جاتا ہے کحلتُ عینی، اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں میں سُرمہ لگایا اور آنکھ کی طرح نتھنے، پیر، موزے اور جُوتے ہیں لبست خفی کہا جاتا ہے اور

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حاشیۃ علی الدرر للعبد الحلیم — بحث عشر فی عشر — عثمانیہ مصر — ۱/ ۱۷

[2] غمز العیون مع الاشباہ — الفن الاول قواعد کلیة — ادارة القرآن کراچی — ۱/ ۱۹

کون التصافحۃ بکفی الیدین ۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے دونوں موزے پہنے، کذا فی شرح الحماسۃ اھ، میں نے اس پر مکمل تفصیلی گفتگو اپنے رسالہ "صفائح اللجین فی کون التصافحۃ بکفی الیدین" (چاندی کی تختیاں، اس مسئلے میں کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ ت) میں کی ہے۔ (ت)

تو راجح یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سے پانی لینا مراد ہے،

اوّلاً یہی متون کا مفاد

ثانیاً یہی عامہ کتب سے مستفاد

ثالثاً کتب متعددہ میں اُس پر تنصیص اور کف واحد پر کوئی نص نہیں۔

رابعاً کف سے کفین مراد لے سکتے ہیں نہ بالعکس تو اس میں توفیق ہے اور وہ نصب خلاف سے اولٰی۔

خامساً زمین نہ کھلنے سے مقصود یہ ہے کہ مساحت برقرار رہے ورنہ دو پانی جُدا ہو جائیں گے۔

تبیین میں ہے:

المعتبر فی العمق ان یکون بحال لا ینحسر بالاغتراف لانہ اذا انحسر ینقطع الماء بعضہ عن بعض ویصیر الماء فی مکانین وھو اختیار الھندوانی اھ[1] ثم ذکر التصحیح السابق۔

گہرائی میں معتبر یہ ہے کہ وہ حوض ایسا ہو کہ چلّو بھرنے سے کُھل نہ جاتا ہو کیونکہ اگر کھلا تو پانی کا ایک حصہ دوسرے حصے سے جُدا ہو جائیگا، اور پانی دو جگہوں میں ہو جائیگا، ہندوانی نے اسی کو اختیار کیا ہے اھ پھر اس نے گزشتہ تصحیح کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

مثلاً حوض پورا دہ دردہ ہے اُس کے وسط میں سے پانی اٹھایا اور زمین کُھل گئی تو اُس وقت وہ کسی طرف دس ہاتھ نہیں بلکہ طول وعرض ہر ایک کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ہر ٹکڑا پانچ ہاتھ سے بھی قدرے کم تو آب قلیل ہو گیا لہذا لازم ہوا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلنے پائے اور اس کی ضرورت وضو و غسل دونوں کے لیے ہے بلکہ غسل کے لیے زاید۔ ہدایہ میں فرمایا:

الحاجۃ الی الاغتسال فی الحیاض اشد منھا الی التوضی[2] حوضوں میں نہانے کی ضرورت بہ نسبت وضو کے زیادہ ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق عشر فی عشر بولاق مصر ۱/۲۲
[2] الھدایۃ الغدیر العظیم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۲۰

عنایہ میں فرمایا:

لان الوضوء یکون فی البیوت عادۃ[1] کیونکہ وضو عام طور پر گھر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ حوض یا تالاب میں نہاتے ہوئے پانی لپوں سے لیتے ہیں نہ چلوؤں سے تو ضرور ہوا کہ دونوں ہی ہاتھ سے لینا مراد واللہ تعالٰی اعلم بالحق والسداد۔

توفیق انیق وتحقیق دقیق بحسن التوفیق، والحمد للہ علٰی تیسیر الطریق۔

اقول وباللہ استعین، وھو نعم المعین، یہ سب تنقید وتنقیح وتصحیح وترجیح اُس ظاہر خلاف پر تھی جو عبارات کتب سے مفہوم اور بعونہ عزجلالہ وعم نوالہ قلب فقیر پر القا ہوتا ہے کہ ان اقوال میں اصلاً خلاف نہیں قول اول کی نسبت ہم بیان کر آئے کہ وہی ظاہر الروایۃ اور وہی اقوی من حیث الدرایۃ ہے اور مذیل بطراز تصحیح بھی اور ظاہر الروایۃ اوجد وتصحیح سے عدول کی کوئی وجہ نہیں قول دیگر کہ عامہ کتب میں مختار ومرجح ومفتی بہ ہے اسی ظاہر الروایۃ پر متفرع اور اُسی کے حکم کے تحفظ کو ہے ظاہر ہے کہ مساحت معینہ ہو مثلاً دہ در دہ یا عدم خلوص پر مفوضہ بہرحال اُتنی مقدار میں پانی کا اتصال ضرور ورنہ وہ مساحت نہ رہے گی ولہذا ظاہر الروایۃ نے فرمایا کہ کہیں سے زمین کھُلی نہ ہو تو اُس قدر کا شرط کثرت ہونا بداہۃً ثابت، مگر کثرت وقت استعمال چاہیے پہلے کثیر تھا اور استعمال کرتے وقت قلیل ہوگیا تو کثرت سابقہ کیا مفید ہوگی اب اس میں پانی لیتے ہوئے زمین اگر کھُل گئی تو ظاہر الروایۃ نے جو امر کثرت کے لیے شرط کیا تھا کب باقی رہا اتنی دیر کو پانی قلیل ہوگیا پہلے سے اگر نجاست پڑی تھی اور بوجہ کثرت مؤثر نہ ہوئی تھی اب قلیل ہوتے ہی مؤثر ہوگئی اور پھر پانی مل جانا طاہر نہ کردے گا کہ آب نجس کثیر ہو کر پاک نہیں ہوجاتا اور جن کے نزدیک مائے مستعمل نجس ہے پہلے سے کسی نجاست پڑی ہونے کی حاجت نہیں پہلے لپ کا پانی بدن پر ڈالا یہ مستعمل ونجس ہو کر پانی میں گرا دوبارہ لپ لیا پانی قلیل ہو کر اسی مائے مستعمل سے نجس ہوگیا۔ یوں ہی جن کے نزدیک آبِ مستعمل اگرچہ پاک ہے مگر مائے مطلق سے اُس کا اختلاط مطلقاً اُسے ناقابلِ طہارت کردیتا ہے اگرچہ مغلوب ہو لہذا وقت اغتراف حفظ کثرت کے لیے یہ شرط لگائی کہ اغتراف آبِ کثیر سے ہو اُس وقت بھی ظاہر الروایۃ کا ارشاد یأخذ الماء وجد الارض صادق ہو کر زمین کہیں سے کھُلی نہ ہو تو یہ عمق شرط کثرت نہیں بلکہ وقت اغتراف شرط بقائے کثرت۔

اس توفیق رفیق کے مؤیدات **اقول اوّلا** خود یہی تعیینِ مبینِ تعلیلِ تبیین کہ اتنا عمق اس لیے رکھا گیا کہ پانی لیتے وقت زمین کھُل کر دو پانی نہ ہو جائیں کہ مساحت نہ رہے گی قلیل ہوجائیگا معلوم ہُوا کہ تا بقائے

---

[1] العنایۃ علی حاشیۃ فتح القدیر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۰

www.alahazratnetwork.org

مساحت کثیر ہے تفریق مساحت تقلیل کرے گی۔

ثانیاً اگر کثرت فی نفسہٖ اس پر موقوف ہو تو یہ شرط بھی کام نہ دے گی اور وقت اغتراف وہی دقت پیش آئے گی۔ شرط ہے تو ساری مساحت میں نہ کہ بعض میں۔ غیاثیہ میں ہے:

المختار ان لا ینحسر بالاغتراف مطلقا غیر مقید بکونہ من اعمق المواضع۔[1]

مختار یہ ہے کہ چلّو لینے سے زمین نیچے سے نہ کھُلے مطلقاً اس میں زیادہ گہرا ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔ (ت)

اب کہ پانی لیا اور زمین کھلی تو نہیں مگر اُتنی جگہ صرف جو بھر عرض کا پانی رہ گیا تو اب کیا آب قلیل نہ ہوگیا کہ اتنی دیر ساری مساحت میں اُتنا عمق نہیں۔ ظاہر ہُوا کہ یہ عمق مطلوب نہ تھا بلکہ وہی زمین کا کہیں سے کھُلا نہ ہونا کہ وقت اغتراف یہی باقی رہے گا نہ وہ عمق۔

ثالثاً اسی پر شاہد ہے سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے وہ روایت کہ بدائع و تبیین سے گزری کہ خود جاری پانی میں بھی اتنا عمق شرط فرماتے ہیں یہ ہرگز نفس جریان کی شرط نہیں ہوسکتا کون عاقل کہے گا کہ مینہ کا پانی جو چھت یا زمین پر بہ رہا ہے جاری نہ ہوگا جب تک چار پانچ انگل دَل نہ ہوجائے امام ابو یوسف کی شان اس سے ارفع و اعلٰی ہے وہ قطعاً عرفاً شرعاً ہر طرح جاری ہے اگرچہ صرف جَو بھر دَل[عـه] ہو لاجرم کوئی شبہہ نہیں کہ یہ وقت اغتراف بقائے جریان کے لیے شرط فرمائی ہے کہ اگر پانی لیتے وقت زمین کھُل گئی دو پانی ہوگئے اور اس وقت جریان جاتا رہا کہ اُتنی دیر اُوپر کا پانی رک گیا اور نیچے کا مدد بالا سے منقطع ہوگیا اور ہم رسالہ حب الساحۃ میں بیان کرچکے کہ جریان کے لیے مدد کا اشتراط بھی ایک قول مصحح ہے امام ابن الہمام نے اسی کو ترجیح دی اور یہی امام برہان الدین صاحب ہدایہ کی کتاب تجنیس اور امام حسام الدین کے

www.alahazratnetwork.org

عـه بلکہ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

الجنب اذا قام فی المطر الشدید متجردا بعد ما تمضمض واستنشق حتی اغتسلت اعضاؤہ جاز لانہ جار یعنی جب اگر کلی کرکے ناک میں پانی موضع فرض تک چڑھا کر زور کے مینہ میں ننگا کھڑا ہو کر سارا بدن دُھل گیا غسل ہوگیا کہ مینہ جاری پانی ہے ظاہر ہے کہ مینہ کی دھاریں متفرق ہوتی ہیں اور اُن میں کوئی دھار آدھا انگل بھی دَل نہیں رکھتی بلکہ اکثر جَو بھر سے زیادہ نہیں ہوتا مگر وہ بلاخلاف جاری پانی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ باب المیاہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵

واقعات سے مستفاد یہ روایت امام ابویوسف اسی قول پر مبنی تو یہ شرط اس لیے فرمائی کہ پانی لیتے وقت بھی جاری رہے نہ کہ ہر جاری میں یہ عمق درکار یوں ہی یہاں نفس کثرت اس سے مشروط نہیں بلکہ وقت اغتراف کثیر رہنا وللہ الحمد۔

سر [بعاً] اسی کے مؤید ہے وہ کہ ہمارے رسالہ رحب الساحۃ میں کتب کثیرہ جلیلہ معتمدہ سے منقول ہوا کہ بڑے تالاب کے بطن میں نجاستیں پڑی ہیں بارش کا پانی آیا اگر ان نجاستوں تک پہنچنے سے پہلے یہ پانی تالاب کے اندر دہ دردہ ہوگیا اُس کے بعد نجاستوں کی طرف بڑھ کر اُن سے ملا ناپاک نہ ہوا یوں سارا تالاب پاک رہے گا۔ ظاہر ہے کہ بڑھتے وقت ساری مساحت میں پانچ انگل دل ہونا ضرور نہیں بلکہ نادر ہے جس کا بیان اُسی رسالہ میں گزرا مگر اس کا لحاظ نہ فرمایا اور مطلقاً حکم طہارت دیا اس کا وہی مبنی ہے کہ فی نفسہٖ کثرت کے لیے دَل کی حاجت نہیں بالجملہ روشن ہوا کہ کثرت کے لیے صرف اس قدر درکار کہ مساحت بھر میں کوئی جگہ پانی سے کھلی نہ ہو یہی ظاہر الروایۃ و تصحیح اول ہے اسی بنا پر پانی لیتے وقت کثرت باقی رہنے کے لیے لازم کہ اُس سے زمین کھل نہ جائے ورنہ قلیل ہو جائے گا یہی مطلب عامۂ کتب و تصحیح دوم ہے۔

ثم اقول یہ توفیق انیق بعض فیصلے اور کرے گی۔

اوّل اغتراف مطلق رہے گا جس طرح متون و ہدایہ و عامۂ کتب میں ہے کہ پانی فی نفسہٖ ہر طرح کثیر ہے مقصود اُس وقت زمین کا بالفعل نہ کھلنا ہے نہ کوئی صلاحیت عامہ تو چلّو ہو یا لپ جس طرح پانی لیا اُس سے نہ کھلنا چاہیے اگرچہ دوسری طرح انکشاف ہو سکے بلکہ ہاتھ کی بھی تخصیص نہیں برتن سے لیں خواہ کسی سے اُس وقت زمین کھلے نہیں۔

دوم ساری مساحت میں اس عمق کی حاجت نہیں صرف وہیں کافی ہے جہاں سے پانی لیا گیا۔

سوم یہ شرط دہ دردہ میں فرمائی ہے پانی اگر اس درجہ کثیر ہے کہ جہاں سے لیا گیا اگر زمین کھل بھی جائے تو ہر طرف کا ٹکڑا دہ دردہ رہے تو کھلنا مضر نہ ہوگا کہ اگرچہ دو پانی ہو گئے مگر دونوں کثیر ہیں۔

چہارم مذہب معتمد یہ ہے کہ آبِ مستعمل طاہر ہے اور آبِ مطلق میں اُس کا اختلاط مانع طہارت نہیں جب تک مقدار میں اُس سے زائد نہ ہو جائے اور آبِ قلیل کتنا ہی کثیر ہو بدن محدث اُس میں پڑنے سے سب مستعمل ہو جاتا ہے مگر بضرورتِ اغتراف ہاتھ ڈالنا معاف ہے یہ سب مسائل ہمارے رسائل الطرس المعدل والنمیقۃ الانقی میں مبرہن ہو چکے تو وہ پانی جس میں سے وقتِ اغتراف زمین کھل کر اُس کے ٹکڑے دہ دردہ نہ رہیں اگر اس میں پہلے سے نجاست موجود تھی اس کھلنے سے ضرور ناپاک ہو جائیگا

www.alahazratnetwork.org

یوں[1] ہی اگر ضرورت چُلّو کی تھی اور لپ سے لیا سب پانی مستعمل ہوجائیگا کہ دُوسرا بے دُھلا ہاتھ بے ضرورت پڑا عام ازیں کہ چلّو سے بھی زمین کھلتی یا نہیں اگر کھُلے استعمال بعد انفصال یہ ہوگا اور اس وقت اتصال آب ہوکر کثیر ہوجائیگا۔

اقول انفصال سے استعمال کی بعدیت ذاتیہ ہے کہ وہ علت استعمال کا جزءِ اخیر ہے تو تخلف محال اور اتصالِ آب کی بعدیت زمانیہ ہے کہ جتنی جگہ کھلی تھی بعد انفصال یہ حرکتِ آب سے بھرے گی

---

[1] **اقول** ظهر بهذا التحقيق ان مسألة الخانية وغيرها من الكتب المعتمدة ان خرج الماء من النقب وانبسط على وجه الجمد بقدر مالو رفع الماء بكفه لا ينحسر ما تحته من الجمد جاز فيه الوضوء والا فلا اھ نقلها في الغنية بالمعنى فاقام مقام جواز الوضوء فيه وعدمه فساده بوقوع المفسد وعدمه وليس كذلك عند التحقيق فانه اذا كان كثير المساحة لا يفسد بوقوع شئ مالم يتغير او ينحسر بوقوعه فيبقى ماءين قليلين بخلاف الوضوء فيه بغمس الاعضاء فانه يفسد به مطلقا لان الفرض انه ينحسر بالغرف فبالغمس اولى وبه ظهر ان الاولى ترك النقل بالمعنى مطلقا فلربما يحصل به تغير دقيق في غاية الخفاء وبالله التوفيق اھ منه غفرله۔ (م)

میں کہتا ہُوں کہ ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہوگیا کہ فتاوی خانیہ وغیرہ کتب معتبرہ میں جو یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر پانی سوراخ سے نکلا اور منجمد پانی پر اتنا پھیل گیا کہ اگر کوئی شخص ہاتھ سے پانی اٹھائے تو نیچے کا جامد پانی منکشف نہیں ہوتا اس صورت میں اس پانی میں وضو کرنا جائز ہے ورنہ اس سے وضو جائز نہیں (اھ) اس مسئلہ کو غنیہ میں معنیً نقل کرتے ہوئے وضو کے جواز اور عدمِ جواز کی جگہ پلیدی کے واقع ہونے سے اس پانی کے پلید ہونے اور نہ ہونے کو رکھ دیا حالانکہ تحقیق کی رُو سے اس طرح نہیں ہے، کیونکہ جب پانی کی پیمائش زیادہ ہو تو کسی چیز کے واقع ہونے سے وہ فاسد نہیں ہوگا جب تک اس میں تغیر نہ آئے یا پلیدی کے گرنے سے نیچے کی سطح منکشف نہ ہوجائے، اس صورت میں پانی دو تھوڑے حصّوں میں تقسیم ہوجائیگا برخلاف اس صورت کے کہ اس پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کیا جائے تو اس سے پانی مطلقاً فاسد ہوجائیگا کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ چُلّو میں پانی لینے سے نیچے کی سطح منکشف ہوجاتی ہے تو ڈبونے سے بطریقِ اولیٰ منکشف ہوجائیگی، اس بیان سے واضح ہوگیا کہ بہتر یہ ہے کہ مسئلہ معنیً مطلقاً نقل نہ کیا جائے، ورنہ اس سے بہت ہی پوشیدہ اور باریک فرق پیدا ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ (ت)

alahazratnetwork.org

اور حرکت تدریجیہ ہے تو بفور انفصال قبل اتصال حکم استعمال نازل ہوجائے گا فافہم اور اگر پہلے سے کوئی نجاست نہیں اور چلّو یا لپ حسبِ ضرورت لیا اور زمین کھل گئی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ وسط حوض میں جاکر پانی لیا ہو کر اگرچہ زمین کھلنے سے پانی قلیل ہوگیا مگر ضرورت اغتراف تو مٹکے میں بھی معاف ہے جبکہ کوئی چھوٹا برتن پانی لینے کے لیے نہ ہو اور اس وقت اگرچہ اس کے پاؤں اُس قلیل پانی میں ہیں مگر اندر جاتے ہوئے دُھل چکے ہیں ہاں اُس زمین کے کُھلتے وقت اسے حدث واقع ہو تو ضرور پاؤں کی وجہ سے سارا پانی مستعمل ہوجائے گا ان وجوہ کی نظر سے وہ شرط کی گئی تو ظاہر الروایۃ اور یہ قول مفتی بہ دونوں متوافق اور باہم اصل و فرع ہیں وللہ الحمد۔

ھذا کلہ ما ظھر لکثیر السیاٰت ؁ وبہ تجتمع الکلمات ؁ وتندفع الشبھات ؁ والحمد للہ واھب المرادات ؁ وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارک علی مصحح الحسنات ؁ مقیل العثرات ؁ والہ وصحبہ الاکارم السادات ؁ وابنہ وحزبہ الاجلۃ الاثبات ؁ وعلینا معھم ؁ وبھم ولھم ؁ الی یوم یقوم حبیبنا فیہ بالشفاعات ؁ علیہ وعلیھم الصلوات الزاکیات ؁ والتسلیمات النامیات ؁ والتحیات المبارکات ؁ اٰمین ؁ والحمد للہ رب العٰلمین ؁ ومع ذلک لا اقول ان الحکم ھذا انما اقول ھذا ما ظھر لی فان کان صوابا فمن الوھاب الکریم ولہ الحمد وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ والحمد للہ رب العٰلمین واللہ تعالٰی اعلم

یہ تمام وہ ہے جو اس کثیر المعاصی پر ظاہر ہُوا اور اسی سے ائمہ کے ارشادات جمع ہوجاتے ہیں اور شبہات دفع ہوجاتے ہیں، تمام تعریفیں مرادیں دینے والے اللہ تعالٰی کے لیے اور اللہ تعالٰی رحمتیں نازل فرمائے نیکیوں کے صحیح کرنے والے اور غلطیوں کو معاف فرمانے والے پر اور آپ کی آل اور آپکے صحابہ ساداتِ کرام پر، اور آپ کے بیٹے اور جلیل القدر راسخ علم والی جماعت پر اور ان کے ساتھ ہم پر، ان کی بدولت اور ان کے وسیلے سے اس دن تک جب ہمارے حبیب شفاعتوں کے لیے کھڑے ہوں گے، ان پر اور ان کے تمام متبعین پر پاکیزہ رحمتیں، نشوونما پانے والے سلام اور بابرکت تحفے، آمین، سب تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لیے، اس کے باوجود میں یہ نہیں کہتا کہ حکم یہ ہے، میں تو صرف اتنا کہتا ہُوں کہ یہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوا، اگر درست ہے تو اللہ تعالٰی وہابِ کریم کی طرف سے اور اس کے لیے حمد ہے، اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان سے ہے، میں اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں شیطان سے برأت کا اظہار کرتا ہُوں، تمام تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لیے، اللہ بہتر جانتا ہے۔

بشارۃ ما تقدم من قول البحران العمل والفتوٰی ابدا بقول الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ

بشارت: اس سے پہلے بحر کا جو قول بیان ہُوا کہ عمل

www.alahazratnetwork.org

29
29

وان افتی المشایخ بخلافه اقره الشامی فی مواضع ونازعه فی مواضع وکنت اردت ان اذکر هذا البحث ثمه ثم رأیت ان الکلام یطول ویقع بالاجنبی الفصل الطویل فطویته ثمه وافردته بحمد الله تعالٰی رسالة مهمة رأیت الحاقها ههنا اتماما للکلام واسعافا بالمرام وها هی ذہ والحمد لله ولی الانعام۔

اور فتوٰی ہمیشہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتوٰی دیں، علامہ شامی نے متعدد مقامات میں اس قول کی تائید کی اور کئی جگہوں میں اس سے اختلاف کیا، میرا ارادہ تھا کہ اس بحث کو اس جگہ ذکر کرتا، پھر خیال ہُوا کہ کلام طویل ہوجائے گا اور غیر متعلق گفتگو سے فاصلہ طویل ہوجائے گا، لہذا اس جگہ میں نے گفتگو سمیٹ لی اور بحمداللہ تعالٰی اسے اہم رسالے کی صورت میں الگ کردیا، گفتگو کی تکمیل اور مقصد کے پورا کرنے کے لیے اس جگہ اس کے لاحق کرنے کا فیصلہ کیا، اور وہ رسالہ یہ ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالٰی مالک انعام کے لیے۔ (ت)